کترو الے۔ پھر حج کا احرام باندھے۔ اگر قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے تو حج میں رکھ لے اور سات روزے جب اپنے وطن پہنچے تب رکھ لے (بخاری مسلم) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سات روزے وطن میں جانے کے بعد ہیں۔ پھر فرمایا' یہ پورے دس ہیں۔ یہ فرمان تاکید کے لئے ہے جیسے عربوں میں کہا جاتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کانوں سے سنا۔ ہاتھ سے لکھا اور قرآن میں بھی ہے وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ نہ کوئی پرند جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہو اور جگہ ہے وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ تو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا نہیں' اور جگہ ہے ''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کا وعدہ دیا اور دس اور اس کے ساتھ پوری اور اس کے رب کا وقت مقررہ چالیس راتوں کو پورا ہوا' پس جیسے ان سب جگہوں میں صرف تاکید ہے' ایسے ہی یہ جملہ بھی تاکید کے لئے ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم ہے تمام و کمال کرنے کا اور کاملہ کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ قربانی کے بدلے کافی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے' یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ اس پر تو اجماع ہے کہ حرم والے تمتع نہیں کر سکتے۔

حضرت ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں بلکہ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا' اے مکہ والو تم تمتع نہیں کر سکتے۔ باہر والوں کے لئے تمتع ہے۔ تم کو تو ذرا سی دور جانا پڑتا ہے۔ تھوڑا سا فاصلہ طے کیا۔ پھر عمرے کا احرام باندھ لیا' حضرت طاؤسؒ کی تفسیر بھی یہی ہے لیکن حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میقات یعنی احرام باندھنے کے مقامات کے اندر ہوں' وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔ ان کے لئے بھی تمتع کرنا جائز نہیں' مکحولؒ بھی یہی فرماتے ہیں' تو عرفات والوں کا' مزدلفہ والوں کا' عرفہ اور رجیع کے رہنے والوں کا بھی یہی حکم ہے' زہریؒ فرماتے ہیں' مکہ شریف سے ایک دن کی راہ کے فاصلہ پر ہو یا اس کے قریب' وہ تو تمتع کر سکتا ہے۔ اور لوگ نہیں کر سکتے' حضرت عطاءؒ دو دن بھی فرماتے ہیں' امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اہل حرم اور جو اتنے فاصلے پر ہوں کہ وہاں کی لوگوں کے لئے نماز قصر کرنا جائز نہ ہو' ان سب کے لئے یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ یہ سب حاضر کہے جائیں گے۔ ان کے علاوہ سب مسافر اور ان سب کے لئے حج میں تمتع کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کے احکام بجا لاؤ۔ جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے' رک جاؤ اور یقین رکھو کہ اس کے نافرمانوں کو وہ سخت سزا کرتا ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

حج کے مہینے مقرر ہیں۔ جو شخص ان میں حج مقرر کرے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے' گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے' تم جو نیکی کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو' سب سے بہتر تو اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو مجھ سے ڈرتے رہا کرو ○

احرام کے مسائل: ☆☆ (آیت: ۱۹۷) عربی دان حضرات نے کہا ہے کہ مطلب اگلے جملہ کا یہ ہے کہ حج حج ہے۔ ان مہینوں کا جو معلوم اور مقرر ہیں' پس حج کے مہینوں میں احرام باندھنا دوسرے مہینوں کے احرام سے زیادہ کامل ہے' گو اور ماہ کا احرام بھی صحیح ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام احمد' امام اسحٰق' امام ابراہیم نخعی' امام ثوری' امام لیث اللہ تعالیٰ ان پر سب رحمتیں نازل فرمائے' فرماتے ہیں کہ سال بھر میں جس مہینہ میں چاہے حج کا احرام باندھ سکتا ہے۔ ان بزرگوں کی دلیل يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ الخ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کو نسک کہا گیا ہے اور عمرے کا احرام ہر مہینہ میں باندھ سکتا ہے تو حج کا احرام بھی جب باندھے گا صحیح ہوگا' ہاں حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھنا صحیح ہوگا بلکہ اگر اور ماہ میں حج کا احرام باندھا تو غیر صحیح ہے لیکن اس سے عمرہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں امام صاحب کے دو قول ہیں- حضرت ابن عباسؓ حضرت جابرؓ حضرت عطا' مجاہد رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں کے سوا باندھنا غیر صحیح ہے اور اس پر دلیل الحج اشھر معلومت ہے- عربی داں حضرات کی ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ آیت کے ان الفاظ سے مطلب یہ ہے کہ حج کا وقت خاص خاص مقرر کردہ مہینے میں تو ثابت ہوا کہ ان مہینوں سے پہلے حج کا جو احرام باندھے گا' وہ صحیح نہ ہوگا- جس طرح نماز کے وقت سے پہلے کوئی نماز پڑھ لے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن خالد نے خبر دی' انہوں نے ابن جریجؒ سے سنا اور انہیں عمر بن عطاءؒ نے کہا' ان سے عکرمہؒ نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ کسی شخص کو لائق نہیں کہ حج کے مہینوں کے سوا بھی حج کا احرام باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الحج اشھر معلومات اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں-

ایک سند میں ہے کہ سنت یہی ہے' صحیح ابن خزیمہؒ میں بھی یہ روایت منقول ہے- اصول کی کتابوں میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ صحابیؓ کا فرمان حکم میں مرفوع حدیث کے مساوی ہوتا ہے پس یہ حکم رسولؐ ہو گیا اور صحابیؓ بھی یہاں وہ صحابیؓ ہیں جو مفسر قرآن اور ترجمان القرآن ہیں- علاوہ ازیں ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے' حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حج کا احرام باندھنا کسی کو سوا حج کے مہینوں کے لائق نہیں- اس کی اسناد بھی اچھی ہے لیکن شافعیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں' یہ موقوف حدیث ہی زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے اور صحابیؓ کے اس فتوے کی تقویت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ سنت یوں ہے- واللہ اعلم- اشھر معلومات سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں' شوال' ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں (بخاری) یہ روایت ابن جریرؒ میں بھی ہے' مستدرک حاکم میں بھی ہے اور امام حاکمؒ اسے صحیح بتلاتے ہیں' حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت ابن مسعودؓ' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے' حضرت عطا' حضرت مجاہدؒ' حضرت ابراہیم نخعیؒ' حضرت شعبیؒ' حضرت حسنؒ' حضرت ابن سیرینؒ' حضرت مکحولؒ' حضرت قتادہؒ' حضرت ضحاک بن مزاحمؒ' حضرت ربیع بن انسؒ' حضرت مقاتل بن حیان رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں' حضرت امام شافعیؒ' امام ابو حنیفہؒ' امام احمد بن حنبلؒ' ابو یوسف اور ابو ثور رحمتہ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں- اَشْھُر کا لفظ جمع ہے تو اس کا اطلاق دو پورے مہینوں اور تیسرے کے بعض حصے پر بھی ہوسکتا ہے جیسے عربی میں کہا جاتا ہے' میں نے اس سال یا آج کے دن اسے دیکھا ہے- پس حقیقت میں سارا سال اور پورا دن تو دیکھتا نہیں رہتا بلکہ دیکھنے کا وقت تھوڑا ہی ہوتا ہے مگر اغلباً (تقریباً) ایسا بول دیا کرتے ہیں- اسی طرح یہاں بھی اغلباً تیسرے مہینہ کا ذکر ہے' قرآن میں بھی ہے فمن تعجل فی یومین حالانکہ وہ جلدی ڈیڑھ دن کی ہوتی ہے مگر گنتی میں دو دن کہے گئے' امام مالکؒ' امام شافعیؒ کا ایک پہلا قول یہ بھی ہے کہ شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پورا مہینہ ہے' ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے' ابن شہابؒ' عطاؒ' جابر بن عبداللہؓ سے بھی یہی مروی ہے- طاؤسؒ' مجاہد' عروہ' ربیع اور قتادہ رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے لیکن وہ موضوع ہے' کیونکہ اس کا راوی حسین بن مخارق ہے جس پر احادیث کو وضع کرنے کی تہمت ہے' بلکہ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں- واللہ اعلم-

امام مالکؒ کے اس قول کو مان لینے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے مہینے میں عمرہ کرنا صحیح نہ ہوگا- یہ مطلب نہیں کہ دس ذی الحجہ کے بعد بھی حج ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ درست نہیں' امام ابن جریرؒ بھی ان اقوال کا یہی مطلب

بیان کرتے ہیں کہ حج کا زمانہ تو منیٰ کے دن گذرتے ہی جاتا رہا' محمد بن سیرینؒ کا بیان ہے کہ میرے علم میں تو کوئی اہل علم ایسا نہیں جو حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کرنے کو ان مہینوں کے اندر عمرہ کرنے سے افضل ماننے میں شک کرتا ہو' قاسم بن محمدؒ سے ابن عون نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے مسئلہ کو پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اسے لوگ پورا عمرہ نہیں مانتے' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ ان مہینوں میں عمرہ کرنے کو منع کرتے تھے۔ واللہ اعلم (اس سے اگلی آیت کی تفسیر میں گذر چکا ہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالقعدہ میں چاروں عمرے ادا فرمائے ہیں اور ذوالقعدہ بھی حج کا مہینہ ہے۔ پس حج کے مہینوں میں عمرہ ادا فرماتے ہیں اور ذوالقعدہ بھی حج کا مہینہ ہے۔ پس حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ٹھہرا۔ واللہ اعلم۔ مترجم) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص ان مہینوں میں حج مقرر کرے یعنی حج کا احرام باندھ لے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حج کا احرام باندھنا اور اسے پورا کرنا لازم ہے۔ فرض سے مراد یہاں واجب ولازم کر لینا ہے' ابن عباسؓ فرماتے ہیں حج اور عمرے کا احرام باندھنے والا مراد ہے۔ عطاءؒ فرماتے ہیں' فرض سے مراد احرام ہے ابراہیم اور ضحاکؒ کا بھی یہی قول ہے' ابن عباسؓ فرماتے ہیں' احرام باندھ لینے اور لبیک پکار لینے کے بعد کہیں ٹھہرا رہنا ٹھیک نہیں اور بزرگوں کا بھی یہی قول ہے' بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ فرض سے مراد لبیک پکارنا ہے۔ رفث سے مراد جماع ہے جیسے اور جگہ قرآن میں ہے اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ یعنی روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے' احرام کی حالت میں جماع اور اس کے تمام مقدمات بھی حرام ہیں جیسے مباشرت کرنا' بوسہ لینا' ان باتوں کا عورتوں کی موجودگی میں ذکر کرنا۔ گو بعض نے مردوں کی محفلوں میں بھی ایسی باتیں کرنے کو رفث میں داخل کیا ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ سے اس کے خلاف مروی ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ کوئی ایسا ہی شعر پڑھا اور دریافت کرنے پر فرمایا کہ عورتوں کے سامنے اس قسم کی باتیں کرنی رفث ہے۔ رفث کا ادنی درجہ یہ ہے کہ جماع وغیرہ کا ذکر کیا جائے' فحش باتیں کرنا' دبی زبان سے ایسے ذکر کرنا' اشاروں کنایوں میں جماع کا ذکر اپنی بیوی سے کہنا کہ احرام کھل جائے تو جماع کریں گے' چھیڑ چھاڑ کرنا' مساس کرنا وغیرہ یہ سب رفث میں داخل ہے اور احرام کی حالت میں یہ سب باتیں حرام ہیں' مختلف مفسروں کے مختلف اقوال کا مجموعہ یہ ہے۔ فسوق کے معنی عصیان ونافرمانی' شکار گالی گلوچ وغیرہ بدزبانی ہے جیسے حدیث میں ہے' مسلمان کو گولی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے' اللہ کے سوا دوسروں کے تقرب کے لئے جانوروں کو ذبح کرنا بھی فسق ہے جیسے قرآن کریم میں ہے اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ بدالقاب سے یاد کرنا بھی فسق ہے قرآن فرماتا ہے لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی فسق میں داخل ہے گو یہ فسق ہر وقت حرام ہے لیکن حرمت والے مہینوں میں اس کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ان حرمت والے مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔ اس طرح حرم میں بھی یہ حرمت بڑھ جاتی ہے۔ ارشاد ہے وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی حرم میں جو الحاد اور بے دینی کا ارادہ کرے اور اسے ہم المناک عذاب کریں گے' امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہاں مراد فسق سے وہ کام ہیں جو احرام کی حالت میں منع ہیں جیسے شکار کھیلنا' بال منڈوانا یا کتروانا' ناخن لینا وغیرہ' حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے لیکن بہترین تفسیر وہی ہے جو ہم نے بیان کی یعنی ہر گناہ سے روکا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیحین میں ہے جو شخص بیت اللہ کا حج کرے' نہ رفث کرے' نہ فسق تو وہ گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے اپنے پیدا ہونے کے دن تھا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حج میں جھگڑا نہیں یعنی حج کے وقت اور حج کے ارکان وغیرہ میں جھگڑا نہ کرو اور اس کا پورا بیان اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ حج کے مہینے مقرر ہو چکے ہیں۔ ان میں کمی زیادتی نہ کرو' موسم حج کو آگے پیچھے نہ کرو جیسا کہ مشرکین کا وطیرہ تھا جس کی مذمت قرآن کریم

میں اور جگہ فرمادی گئی ہے' اسی طرح قریش مشعر حرام کے پاس مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے اور باقی عرب عرفات میں ٹھہرتے تھے۔ پھر آپس میں جھگڑتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم صحیح راہ پر اور طریق ابراہیمیؑ پر ہیں جس سے یہاں ممانعت کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ہاتھوں وقت حج' ارکان حج اور ٹھہرنے وغیرہ کی جگہیں بیان کردی ہیں۔ اب نہ کوئی ایک دوسرے پر فخر کرے نہ حج کے دن آگے پیچھے کرے۔ بس یہ جھگڑے اب میٹ دو۔ واللہ اعلم۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ حج کے سفر میں آپس میں نہ جھگڑو' نہ ایک دوسرے کو غصہ دلاؤ' نہ کسی کو گالیاں دو۔ بہت سے مفسرین کا یہ قول بھی ہے اور بہت سے مفسرین کا پہلا قول بھی ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ کسی کا اپنے غلام کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا یہ اس میں داخل نہیں' ہاں مارے نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ غلام کو اگر مار بھی لے تو کوئی ڈر خوف نہیں۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر حج میں تھے اور عرج میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور حضرت اسماءؓ اپنے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آنحضرت ﷺ کے اونٹوں کا سامان حضرت ابوبکرؓ کے خادم کے پاس تھا۔ حضرت صدیقؓ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ آ گیا۔ اس سے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا۔ حضرت کل رات کو گم ہو گیا۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمانے لگے ایک اونٹ کو بھی تو سنبھال نہ سکا۔ یہ کہہ کر آپ نے اسے مارا۔ نبی ﷺ مسکرا رہے تھے اور فرماتے جارہے تھے دیکھو احرام کی حالت میں یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے' بعض سلف سے یہ بھی مروی ہے کہ حج کے تمام ہونے میں یہ بھی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ آنحضور ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کام پر یہ فرمانا' اس میں نہایت لطافت کے ساتھ ایک قسم کا انکار ہے پس مسئلہ یہ ہوا کہ اسے چھوڑ دینا ہی اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند عبد بن حمید میں ہے کہ جو شخص اپنا حج پورا کرے اور مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے ایذا نہ پائیں' اس کے تمام اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا تم جو بھلائی کرو' اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ چونکہ اوپر ہر برائی سے روکا تھا کہ نہ کوئی برا کام کرو نہ بری بات کہو تو یہاں نیکی کی رغبت دلائی جارہی ہے کہ ہر نیکی کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن پاؤ گے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ توشہ اور سفر خرچ لے لیا کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' لوگ بلا خرچ ''سفر'' حج کو نکل کھڑے ہوتے تھے۔ پھر لوگوں سے مانگتے پھرتے۔ جس پر یہ حکم ہوا' حضرت عکرمہؒ حضرت عینیہؒ بھی یہی فرماتے ہیں' بخاری' نسائی وغیرہ میں یہ روایتیں مروی ہیں' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یمنی لوگ ایسا کرتے تھے اور اپنے تئیں متوکل کہتے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ جب احرام باندھتے تو جو کچھ توشہ بھتا ہوتا سب پھینک دیتے اور نئے سرے سے نیا سامان کرتے۔ اس پر یہ حکم ہوا کہ ایسا نہ کرو۔ آٹا ستو وغیرہ توشے ہیں۔ ساتھ لے لو۔ دیگر بہت سے معتبر مفسرین نے بھی اسی طرح کہا ہے بلکہ ابن عمرؓ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ انسان کی عزت اسی میں ہے کہ وہ عمدہ سامان سفر ساتھ رکھے' آپ اپنے ساتھیوں سے دل کھول کر خرچ کرنے کی شرط کر لیا کرتے تھے۔

چونکہ دنیوی توشہ کا حکم دیا ہے تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے توشہ کی تیاری بھی کر لو یعنی اپنی قبر میں اپنے ساتھ خوف خدا لے کر جاؤ جیسے اور جگہ لباس کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ پرہیزگاری کا لباس بہتر ہے' یعنی خشوع وخضوع' طاعت و تقویٰ کے باطنی لباس سے بھی خالی نہ رہو بلکہ یہ لباس اس ظاہری لباس سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع دینے والا ہے' ایک حدیث میں بھی ہے کہ دنیا میں اگر کچھ کھوؤ گے تو آخرت میں پاؤ گے۔ یہاں کا توشہ وہاں فائدہ دے گا (طبرانی) اس حکم کو سن کر ایک مسکین صحابیؓ نے حضور

سے کہا' یارسول اللہ ہمارے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اتنا تو ہونا چاہئے جس سے کسی سے سوال نہ کرنا پڑے اور بہترین خزانہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے (ابن ابی حاتم)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو یعنی میرے عذابوں سے' میری پکڑ دھکڑ سے' میری گرفت سے' میری سزاؤں سے ڈرو دب کر میرے احکام کی تعمیل کرو' میرے ارشاد کے خلاف نہ کرو تا کہ نجات پاسکو۔ یہ ہی عقلی امتیاز ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

تم پر اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس ذکر اللہ کرو۔ اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے ○

تجارت اور حج: ☆☆ (آیت: ۱۹۸) صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز نامی بازار تھے۔ اسلام کے بعد صحابہ کرامؓ ایام حج میں تجارت کو گناہ سمجھ کر ڈرے تو انہیں اجازت دی گئی کہ ایام حج میں تجارت کرنا گناہ نہیں' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ مسئلہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حج کے دنوں میں احرام سے پہلے یا احرام کے بعد حاجی کے لئے خرید و فروخت حلال ہے' ابن عباسؓ کی قرات میں من ربکم کے بعد فی مواسم الحج کا لفظ بھی ہے' ابن زبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ دوسرے مفسرین نے بھی اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص حج کو نکلتا ہے اور ساتھ ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا جاتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؓ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی (ابن جریر)

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ابوامامہ تیمیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم حج میں جانور کرایہ پر دیتے ہیں۔ کیا ہمارا بھی حج ہو جاتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ تم بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرتے؟ کیا تم عرفات میں نہیں ٹھہرتے؟ کیا تم شیطانوں کو کنکریاں نہیں مارتے؟ کیا تم سر نہیں منڈواتے؟ اس نے کہا یہ سب کام تو ہم کرتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا' سنو ایک شخص نے یہی سوال نبی ﷺ سے کیا تھا اور اس کے جواب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آیت لیس علیکم جناح الخ لے کر اترے اور حضورؐ نے اسے بلا کر فرمایا کہ تم حاجی ہو۔ تمہارا حج ہو گیا' مسند عبدالرزاق میں بھی یہ روایت ہے اور تفسیر عبد بن حمید وغیرہ میں بھی۔ بعض روایتوں میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی بھی ہے' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کیا تم احرام نہیں باندھتے؟

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا آپ حضرات حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا اور تجارت کا موسم ہی کونسا تھا؟ عرفات کو منصرف (یعنی تصرف کر کے) پڑھا گیا ہے حالانکہ اس کے غیر منصرف ہونے کے دو سبب اس میں موجود ہیں یعنی (اسم علم) اور تانیث' اس لئے کہ دراصل یہ جمع ہے جیسے مسلمات اور مومنات ایک خاص جگہ کا نام مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اصلیت کی رعایت کی گئی اور منصرف پڑھا گیا' عرفہ وہ جگہ ہے جہاں کا ٹھہرنا حج کا بنیادی رکن ہے' مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حج عرفات ہے۔ تین مرتبہ حضورؐ نے یہی فرمایا۔ جو سورج نکلنے سے پہلے عرفات میں پہنچ گیا' اس نے حج کو پالیا' منیٰ کے تین

دنوں میں جلدی یا دیر کی جا سکتی ہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں' ٹھہرنے کا وقت عرفے کے دن سورج ڈھلنے کے بعد سے لے کر عید کی صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے' نبی ﷺ حجتہ الوداع میں ظہر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک یہاں ٹھہرے رہے اور فرمایا تھا مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو' حضرت امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے کہ دسویں کی فجر سے پہلے جو شخص عرفات میں پہنچ جائے' اس نے حج پا لیا' حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ٹھہرنے کا وقت عرفہ کے دن کے شروع سے ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مزدلفہ میں نماز کے لئے نکلے تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ میں طی کی پہاڑیوں سے آ رہا ہوں۔ اپنی سواری کو میں نے تھکا دیا اور اپنے نفس پر بڑی مشقت اٹھائی۔ واللہ ہر ہر پہاڑ پر ٹھہرتا آیا ہوں۔ کیا میرا حج ہو گیا؟ آپؐ نے فرمایا جو شخص ہمارے یہاں کی اس نماز میں پہنچ جائے اور ہمارے ساتھ چلتے وقت تک ٹھہرا رہے اور اس سے پہلے وہ عرفات میں بھی ٹھہر چکا ہو خواہ رات کو خواہ دن کو' اس کا حج پورا ہو گیا اور وہ فریضہ سے فارغ ہو گیا (مسند احمد و سنن) امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے آپ کو حج کرایا جب عرفات میں پہنچے تو پوچھا کہ عرفت' کیا تم نے پہچان لیا؟ حضرت خلیل اللہؑ نے جواب دیا عرفت' میں نے جان لیا کیونکہ اس سے پہلے یہاں آ چکے تھے اس لئے اس جگہ کا نام ہی عرفہ ہو گیا' حضرت عطاءؒ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابومجلزؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ عرفات کا نام ''مشعر الحرام'' ''مشعر الاقصیٰ'' اور ''الال'' بھی ہے' اور اس پہاڑ کو بھی عرفات کہتے ہیں جس کے درمیان جبل الرحمتہ ہے' ابو طالب کے ایک مشہور قصیدے میں بھی ایک شعر ان معنوں کا ہے' اہل جاہلیت بھی عرفات میں ٹھہرتے تھے۔ جب پہاڑ کی دھوپ چوٹیوں پر ایسی باقی رہ جاتی جیسے آدمی کے سر پر عمامہ ہوتا ہے تو وہ وہاں سے چل پڑتے لیکن حضورؐ یہاں سے اس وقت چلے جب سورج بالکل غروب ہو گیا' پھر مزدلفہ میں پہنچ کر یہاں پڑاؤ کیا اور سویرے اندھیرے ہی اندھیرے بالکل اول وقت رات کے اندھیرے اور صبح کی روشنی کے ملے جلے وقت میں آپ نے یہیں نماز صبح ادا کی اور جب روشنی واضح ہو گئی تو صبح کی نماز کے آخری وقت میں آپؐ نے وہاں سے کوچ کیا۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں عرفات میں خطبہ سنایا اور حسب عادت حمد و ثنا کے بعد امابعد کہہ کر فرمایا کہ حج اکبر آج ہی کا دن ہے۔ دیکھو مشرک اور بت پرست تو یہاں سے جب دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس طرح ہوتی تھی جس طرح لوگوں کے سروں پر عمامہ ہوتا ہے تو سورج غروب ہونے سے پیشتر ہی لوٹ جاتے تھے لیکن ہم سورج غروب ہونے کے بعد یہاں سے واپس ہوں گے۔ وہ مشعر الحرام سے سورج نکلنے کے بعد چلتے تھے جبکہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ اس طرح نمایاں ہو جاتی جس طرح لوگوں کے سروں پر عمامے ہوتے ہیں لیکن ہم سورج نکلنے سے پہلے ہی چل دیں گے۔ ہمارا طریقہ مشرکین کے طریقے کے خلاف ہے (ابن مردویہ و مستدرک حاکم) امام حاکمؒ نے اسے شرط شیخین پر اور بالکل صحیح بتلایا ہے' اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' ان لوگوں کا قول ٹھیک نہیں جو فرماتے ہیں کہ حضرت مسورؓ نے حضورؐ کو دیکھا ہے لیکن آپ سے کچھ سنا نہیں' حضرت معرور بن سویدؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرفات سے لوٹتے ہوئے دیکھا گویا اب تک بھی وہ منظر میرے سامنے ہے۔ آپ کے سر کے اگلے حصے پر بال نہ تھے۔ اپنے اونٹ پر تھے اور فرما رہے تھے' ہم واضح روشنی میں لوٹے' صحیح مسلم کی حضرت جابر والی ایک مطول حدیث جس میں حجتہ الوداع کا پورا بیان ہے' اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورج کے غروب ہونے تک عرفات میں ٹھہرے۔ جب سورج چھپ گیا اور قدرے زردی ظاہر ہونے لگی تو آپؐ نے اپنے پیچھے اپنی سواری پر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سوار کیا اور اونٹنی کی نکیل تان لی یہاں تک کہ اس کا سر پالان کے قریب پہنچ گیا اور دائیں ہاتھ سے لوگوں کو اشارہ سے فرماتے جاتے تھے کہ لوگو آہستہ آہستہ چلو۔ نرمی' اطمینان' سکون

اور دلجمعی کے ساتھ چلو جب کوئی پہاڑی آتی تو نکیل قدرے ڈھیلی کرتے تا کہ جانور بہ آسانی اوپر چڑھ جائے' مزدلفہ میں آ کر آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی۔ اذان ایک ہی کہلوائی اور دونوں نمازوں کی تکبیریں الگ الگ کہلوائیں۔ مغرب کے فرضوں اور عشا کے فرضوں کے درمیان سنت نوافل کچھ نہیں پڑھے۔ پھر لیٹ گئے' صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد نماز فجر ادا کی جس میں اذان و اقامت ہوئی۔ پھر قصوا نامی اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر الحرام میں آئے۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور اللہ کی توحید بیان کرنے لگے یہاں تک کہ خوب سویرا ہو گیا' سورج نکلنے سے پہلے ہی پہلے آپ یہاں سے روانہ ہو گئے' حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ حضور ﷺ جب یہاں سے چلے تو کیسی چال چلتے تھے۔ فرمایا' درمیانہ اور دھیمی چال سے سواری چلا رہے تھے۔ ہاں جب راستہ میں کشادگی دیکھتے تو ذرا تیز کر لیتے (بخاری و مسلم)

پھر فرمایا عرفات سے لوٹتے ہوئے مشعر الحرام میں اللہ کا ذکر کرو یعنی یہاں دونوں نمازیں جمع کر لیں۔ عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ' عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشعر الحرام کے بارے میں دریافت فرماتے ہیں تو آپ خاموش رہتے ہیں۔ جب قافلہ مزدلفہ میں جا کر اترتا ہے تو فرماتے ہیں' سائل کہاں ہے۔ یہ ہے مشعر الحرام' آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ مزدلفہ تمام کا تمام مشعر الحرام ہے۔ پہاڑ بھی اور اس کے آس پاس کی کل جگہ' آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قزح پر بھیڑ بھاڑ کر رہے ہیں تو فرمایا یہ لوگ کیوں بھیڑ بھاڑ کر رہے ہیں یہاں کی سب جگہ مشعر الحرام ہے۔ اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کی کل جگہ مشعر الحرام ہے' حضرت عطاءؒ سے سوال ہوتا ہے کہ مزدلفہ کہاں ہے۔ آپ فرماتے ہیں جب عرفات سے چلے اور میدان عرفات کے دونوں کنارے چھوڑے' پھر مزدلفہ شروع ہو گیا۔ وادی محسر تک جہاں چاہو' ٹھہرو لیکن میں تو قزح سے ادھر ہی ٹھہرنا پسند کرتا ہوں تا کہ راستے سے یکسوئی ہو جائے' مشاعر کہتے ہیں' ظاہری نشانوں کو مزدلفہ کو مشعر الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ وہ حرم میں داخل ہے' سلف صالحین کی ایک جماعت کا اور بعض اصحاب شافعیؒ کا مثلاً قفال اور ابن خزیمہ کا خیال ہے کہ یہاں کا ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔ بغیر یہاں ٹھہرے حج صحیح نہیں ہوتا کیونکہ ایک حدیث حضرت عروہؓ بن مضرس سے اس معنی کی مروی ہے' بعض کہتے ہیں یہ ٹھہرنا واجب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ بھی ہے' اگر کوئی یہاں نہ ٹھہرا تو قربانی دینی پڑے گی' امام صاحب کا دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے۔ اگر نہ بھی ٹھہرا تو کچھ ہرج نہیں۔ پس یہ تین قول ہوئے' ہم یہاں اس بحث کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ واللہ اعلم۔ (قرآن کریم کے ظاہری الفاظ پہلے قول کی زیادہ تائید کرتے ہیں۔ واللہ اعلم مترجم) ایک مرسل حدیث میں ہے کہ عرفات کا سارا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے عرفات سے بھی اٹھو اور مزدلفہ کی کل حد بھی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ہاں وادی محسر نہیں' مسند احمد کی اس حدیث میں اس کے بعد ہے کہ مکہ شریف کی تمام گلیاں قربانی کی جگہ ہیں اور ایام تشریق سب کے سب قربانی کے دن ہیں لیکن یہ حدیث بھی منقطع ہے اس لئے کہ سلیمان بن موسیٰ رشدق نے جبیرؓ بن مطعم کو نہیں پایا لیکن اس کی اور سندیں بھی ہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے کہ احکام حج وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیئے اور خلیل اللہؑ کی اس سنت کو واضح کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے تم اس سے بے خبر تھے یعنی اس ہدایت سے پہلے' اس قرآن سے پہلے' اس رسولؐ سے پہلے' فی الواقع ان تینوں باتوں سے پہلے دنیا گمراہی میں تھی فالحمد للہ

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے طلب بخشش کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

قریش سے خطاب اور معمول نبوی ﷺ: ☆☆ (آیت:۱۹۹) ''ثم'' یہاں پر خبر کا خبر پر عطف ڈالنے کے لئے ہے تا کہ ترتیب ہو جائے' گویا کہ عرفات میں ٹھہرنے والے کو حکم ملا کہ وہ یہاں سے مزدلفہ جائے تا کہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکے' اور یہ بھی فرما دیا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے جیسے کہ عام لوگ یہاں ٹھہرتے تھے البتہ قریشیوں نے فخر و تکبر اور نشان امتیاز کے طور پر یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ حد حرم سے باہر نہیں جاتے تھے اور حرم کی آخری حد پر ٹھہر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ والے ہیں' اسی کے شہر کے رئیس ہیں اور اس کے گھر کے مجاور ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قریش اور ان کے ہم خیال لوگ مزدلفہ میں ہی رک جایا کرتے تھے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے۔ باقی کل عرب عرفات میں جا کر ٹھہرتے تھے اور وہیں سے لوٹتے تھے اسی لئے اسلام نے حکم دیا کہ جہاں سے عام لوگ لوٹتے ہیں' تم وہیں سے لوٹا کرو' حضرت ابن عباسؓ' حضرت مجاہدؒ' حضرت عطاؒ' حضرت قتادہؒ' حضرت سدیؒ وغیرہ یہی فرماتے ہیں' امام ابن جریرؒ بھی اسی تفسیر کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر اجماع بتاتے ہیں' مسند احمد میں ہے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا اونٹ عرفات میں گم ہو گیا۔ میں اسے ڈھونڈنے کے لئے نکلا تو میں نے نبی ﷺ کو وہاں ٹھہرے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگا۔ یہ کیا بات ہے کہ یہ حمس ہیں اور پھر یہاں حرم کے باہر آ کر ٹھہرے ہیں' ابن عباسؓ فرماتے ہیں افاضہ سے مراد یہاں مزدلفہ سے رمی جمار کے لئے منیٰ کو جانا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور الناس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ بعض کہتے ہیں' مراد امام ہے۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں' اگر اس کے خلاف اجماع کی حجت نہ ہوتی تو یہی قول راجح رہتا۔

پھر استغفار کا ارشاد ہوتا ہے جو عموماً عبادات کے بعد فرمایا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرض نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے (مسلم) آپ لوگوں کو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے (بخاری و مسلم) یہ بھی مروی ہے کہ عرفہ کے دن شام کے وقت آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے لئے استغفار کیا (ابن جریرؒ) آپؐ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ تمام استغفاروں کا سردار یہ استغفار ہے اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی و اناعبدك وانا علی عھدك ووعدك ما استطعت اعوذبك من شرما صنعت ابوء لك بنعمتك علی و ابوء بذ بنی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت حضورؐ فرماتے ہیں' جو شخص اسے رات کے وقت پڑھ لے' اگر اسی رات مر جائے گا تو قطعاً جنتی ہو گا اور جو شخص اسے دن کے وقت پڑھے گا اور اسی دن مرے گا تو وہ بھی جنتی ہے (بخاری) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھے کوئی دعا سکھایئے کہ میں نماز میں اسے پڑھا کروں۔ آپؐ نے فرمایا' یہ پڑھو۔ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم○ (بخاری و مسلم) استغفار کے بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ
ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي
الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ پس بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھلائی دے ○ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ○

تکمیل حج کے بعد: ☆☆ (آیت: ۲۰۰-۲۰۲) یہاں اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ فراغت حج کے بعد اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو، اگلے جملے کے ایک معنی تو یہ بیان کئے گئے ہیں کہ اس طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح بچہ اپنے ماں باپ کو یاد کرتا رہتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ اہل جاہلیت میں حج کے موقع پر ٹھہرتے وقت کوئی کہتا تھا، میرا باپ بڑا مہمان نواز تھا، کوئی کہتا تھا، وہ لوگوں کے کام کاج کر دیا کرتا تھا۔ سخاوت و شجاعت میں یکتا تھا وغیرہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ فضول باتیں چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی بزرگیاں، بڑائیاں، عظمتیں اور عزتیں بیان کرو، اکثر مفسرین نے یہی بیان کیا ہے، غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کرو، اسی لئے ''اَوْ اَشَدَّ'' پر زبر تمیز کی بنا پر لائی گئی ہے، یعنی اس طرح اللہ کی یاد کرو جس طرح اپنے بڑوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ اَوْ سے یہاں خبر کی مثلیت کی تحقیق ہے جیسے اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً میں اور اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً میں اور اَوْ يَزِيْدُوْنَ میں اور اَوْ اَدْنٰى میں، ان تمام مقامات میں لفظ ''اَوْ'' ہرگز ہرگز شک کے لئے نہیں ہے بلکہ ''فجرعنہ'' کی تحقیق کے لئے ہے یعنی وہ ذکر اتنا ہی ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کا ذکر بکثرت کر کے دعائیں مانگو کیونکہ یہ موقعہ قبولیت کا ہے، ساتھ ہی ان لوگوں کی برائی بھی بیان ہو رہی ہے جو اللہ سے سوال کرتے ہوئے صرف دنیا طلب کرتے ہیں اور آخرت کی طرف نظریں نہیں اٹھاتے۔ فرمایا ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ بعض اعراب یہاں ٹھہر کر صرف یہی دعائیں مانگتے ہیں کہ الٰہی، اس سال بارشیں اچھی برسا تا کہ غلے اچھے پیدا ہوں۔ اولادیں بکثرت ہوں وغیرہ۔ لیکن مومنوں کی دعائیں دونوں جہان کی بھلائیوں کی ہوتی تھیں۔ اس لئے ان کی تعریفیں کی گئیں، اس دعا میں تمام بھلائیاں دین و دنیا کی جمع کر دی ہیں اور تمام برائیوں سے بچاؤ ہے، اس لئے کہ دنیا کی بھلائی میں عافیت، راحت، آسانی، تندرستی، گھر بار، بیوی بچے، روزی، علم، عمل، اچھی سواریاں، نوکر چاکر، لونڈی، غلام، عزت و آبرو وغیرہ تمام چیزیں آگئیں اور آخرت کی بھلائی میں حساب کا آسان ہونا، گھبراہٹ سے نجات پانا، نامہ اعمال کا دائیں ہاتھ میں ملنا، سرخرو ہونا، بالآخر عزت کے ساتھ جنت میں داخل ہونا سب آ گیا، پھر اس کے بعد عذاب جہنم سے نجات چاہنا۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ ایسے اسباب اللہ تعالیٰ مہیا کر دے مثلاً حرام کاریوں سے اجتناب، گناہ اور بدیوں کا ترک وغیرہ، قاسمؒ فرماتے ہیں، جسے شکر اور ذکر کرنے والی زبان اور صبر کرنے والا جسم مل گیا، اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی اور عذاب سے نجات پا گیا، بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے۔ اس حدیث میں ربنا سے پہلے اللھم بھی ہے۔ حضرت قتادہؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ تر کس دعا کو پڑھتے تھے تو آپؓ نے جواب میں یہی دعا بتائی (احمد) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی جب کبھی دعا مانگتے، اس دعا کو نہ چھوڑتے چنانچہ حضرت ثابتؓ نے ایک مرتبہ کہا کہ حضرت آپ کے یہ بھائی چاہتے ہیں کہ آپ ان کے لئے دعا کریں۔ آپ نے یہی دعا اللھم اتنا فی الدنیا الخ پڑھی۔ پھر کچھ دیر بیٹھے اور بات چیت کرنے کے بعد جب وہ جانے لگے تو پھر دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کیا تم ٹکڑے کرانا چاہتے ہو۔ اس دعا میں تو تمام بھلائیاں آگئیں (ابن ابی حاتم) آنحضرت ﷺ ایک مسلمان بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ بالکل دبلا پتلا ہو رہا ہے۔ صرف

ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے آپؐ نے پوچھا کیا تم کوئی دعا بھی اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے؟ اس نے کہا۔ ہاں میری یہ دعا تھی کہ الٰہی جو عذاب تو مجھے آخرت میں کرنا چاہتا ہے وہ دنیا میں ہی کر ڈال' آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ کسی میں ان کے برداشت کی طاقت بھی ہے؟ تو نے یہ دعا ربنا اتنا (آخر تک) کیوں نہ پڑھی؟ چنانچہ بیمار نے اب سے اسی دعا کو پڑھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی (احمد) رکن بنی جح اور رکن اسود کے درمیان حضور علیہ السلام اس دعا کو پڑھا کرتے تھے (ابن ماجہ وغیرہ) لیکن اس کی سند میں ضعف ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ فرماتے ہیں' میں جب کبھی رکن کے پاس سے گذرتا ہوں' دیکھتا ہوں کہ وہاں فرشتہ ہے اور وہ آمین کہہ رہا ہے۔ تم جب کبھی یہاں سے گذرو تو ربنا اتنا پڑھا کرو (ابن مردویہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے آکر پوچھا کہ میں نے ایک قافلہ کی ملازمت کر لی ہے۔ اس اجرت پر وہ مجھے اپنے ساتھ سواری پر سوار کر لیں اور حج کے موقعہ پر مجھے وہ رخصت دے دیں کہ میں حج ادا کر لوں ویسے اور دنوں میں میں ان کی خدمت میں لگا رہوں تو فرمائیے کیا اس طرح میرا حج ادا ہو جائے گا۔ آپؓ نے فرمایا ہاں بلکہ تو تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں فرمان ہے اولئك لهم نصيب (مستدرک حاکم)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرتے رہا کرو' دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے' اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے ○

ایام تشریق: ☆☆ (آیت: ۲۰۳) ایام معدودات سے مراد ایام تشریق اور ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں' ذکر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد اللہ اکبر اللہ اکبر کہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں' عرفے کا دن' قربانی کا دن اور ایام تشریق ہمارے یعنی اہل اسلام کی عید کے دن ہیں اور یہ دن کھانے پینے کے ہیں (احمد) اور حدیث میں ہے' ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں (احمد) پہلے یہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ عرفات ساری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایام تشریق سب قربانی کے دن ہیں' اور یہ حدیث بھی پہلے گذر چکی ہے کہ منیٰ کے دن تین ہیں۔ دو دن میں جلدی یا دیر کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں' ابن جریرؒ کی ایک حدیث میں ہے کہ ایام تشریق کھانے اور ذکر اللہ کرنے کے دن ہیں' حضور علیہ السلام نے عبداللہ بن حذافہؓ کو بھیجا کہ وہ منیٰ میں گھوم کر منادی کر دیں کہ ان دنوں کوئی روزہ نہ رکھیں۔ یہ دن کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں' ایک اور مرسل روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مگر جس پر قربانی کے بدلے روزے ہوں' اس کے لئے یہ زائد نیکی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ منادی بشر بن سحیمؓ تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ان دنوں کے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے سفید خچر پر سوار ہو کر شعب انصار میں کھڑے ہو کر یہ حکم سنایا تھا کہ لوگو یہ دن روزوں کے نہیں بلکہ کھانے پینے اور ذکر اللہ کرنے کے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' ایام معدودات ایام تشریق ہیں اور یہ چار دن ہیں۔ دسویں ذی الحجہ اور تین دن اس کے بعد کے یعنی